سعیدہ افضل ڈیرہ غازی خان کی پہلی خاتون ناول نگار

Saeeda Afzal as a first Women Novelist in Dera Ghazi Khan

Rashid-ul-Haq

Ph.D Scholar in Urdu, University of Karachi, Karachi

ahmadani786@gmail.com

Dr. Waseem Abbas

Lecturer Department of Urdu, Ghazi University Dera Ghazi Khan,

waseemabbasgul786@gmail.com

Muhammad Shahzad Akmal Aqash

Visiting Lecturer Department of Urdu Ghazi University, D.G.Khan.

raoshahzad0301@gmail.com

Abstract

Novel writing is an obligatory kind of Urdu literature. The name of Saeedah Afzal is on the top of list in Novel writing in Dera Ghazi Khan. Her first novel is " Jungle Ka Phool". Although the first novel " Sair e dehat ''written by Aslam Mulghani came in view in Dera Gazi Khan. Saeedah Afzal had just two novels and her novelette was published in Seep magazine. These are analyzed in this article. On basis of unfair copulation in her novel. Feudalism has been severely criticized in her novels. Tribulation and suppression pertaining to women have been highlighted by her novels show social relations, moral, ethical codes.

Keywords: Seedah Azfal, Dera Ghazi Khan, Novel writer, Jungle Ka Phool, Women

ڈیرہ غازی خان میں ناول نگاری کا آغاز ۱۹۱۵ء میں ہوا۔ سردار اسلم ملغانی کا ناول "سیر دیہات "اردو کا پہلا ناول ہے۔ اس کے بعد ڈیرہ غازی خان میں اردو ناول پر جمود نظر آتا ہے۔ آزادی کے بعد ناول ناول نگاری میں خواتین کے حوالے سے بات کی جائے تو سعیدہ افضل ڈیرہ غازی خان میں پہلی ناول نگار کے طور پر سامنے آتی ہیں ان کے نال میں عورت کو موضوع بنایا گیا ہے، عورت پر ہونے ظلم و ستم کو اپنے ناول کا موضوع بنایا ہے۔ ان کے ناول معاشرتی، اصلاحی اور جاگیر دارانہ نظام کے خلاف آواز بلند کرتے نظر آتے ہیں۔

ڈیرہ غازی خان میں اُردو ناول نگاری میں ایک نام سعیدہ افضل کا ہے جو ڈیرہ غازی خان میں ۹ نومبر ۱۹۴۵ء کو پیدا ہوئیں پرائمری کی تعلیم اپنے والدین کے ساتھ لندن میں رہتے ہوئے حاصل کی، میٹرک ۱۹۶۰ء میں گورنمنٹ گرلز سکول ڈیرہ غازی خان سے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا بی اے گورنمنٹ کالج فارویمن بزنس روڈ کراچی سے کیا ۱۹۶۶ء میں ایم اے اُردو کراچی یونیورسٹی سے پاس کیا ۔ آپ سیاست میں شامل رہیں، ضلع کونسل کی ممبر رہیں۔ اسی کونسل سے انھوں نے خواتین کے حقووق کی جنگ لڑی۔

آج کل میگزین "جہان نما" سے وابسطہ ہیں اور ان کا سلسلہ وار "تین عورتیں تین کہانیاں" اخبار جہاں کا ایک لازمی جز بن چکا ہے۔ "تین عورتیں تین کہانیاں" یہ سلسلہ چالیس سال سے زیادہ عرصہ پر محیط ہے ہر ہفتہ بلاناغہ تین کہانیاں جن کا مرکزی کردار "عورت" ہے شائع ہو رہی ہیں اور اب تک ہزاروں کی تعداد میں یہ کہانیاں لکھی جا چکی ہیں۔ جو پاکستانی عورت کی پچاس سالہ معاشرتی تاریخ مرتب کر رہی ہیں۔ یہ ایک ناقابل فراموش کاوش ہے کہانیوں کا مواد عام لوگوں کی زندگی سے لیا گیا ہے اس کی کہانیوں میں عورتوں کی حیات سے منسلک تمام مسائل کا ان کہانیوں میں احاطہ کیا ہے۔ عورت جو ہر گھر میں موجود ہے اس کی کہانی بھی ہر گھر میں موجود ہے اور یہ کہانی کے قالب میں عورت کے دکھوں اور سکھوں کا وہ بیان ہے جس نے وطن اور اہل وطن کو ان کے مسائل سے آگاہی دی ہے اور اس مظلوم طبقے کی آواز "تین عورتیں تین کہانیاں" کے پلیٹ فارم سے ارباب اقتدار تک پہنچاتی اور یوں ہمارے وطن کے اس مظلوم طبقے کو دادرسی اور انصاف مہیا کر رہی ہیں۔ کہانی کی صنف کے جو

تقاضے ہیں ان کو ادبی لحاظ سے پورا کیا گیا ہے سچائی، دلچسپی اور رنگارنگی کا عنصر جو ایک کہانی میں موجود ہونا چاہیے ہے۔ سچی داستان یا واقعات میں جان ڈال دیتا ہے سعیدہ افضل کے قلم نے کماحقہ اس فریضہ کو پورا کیا ان کا یہ کام لائق ستائش ہے اور ادب میں تاریخی اہمیت کا حامل ہے یقیناً وقت کا منصف ان کی اہم کاوش کو فراموش نہ کرسکے گا۔ ان کی تحریروں کا موضوع عورت ہے۔

جنگل کا پھول:

ناول جنگل کا پھول مکتبہ عالیہ لاہور سے جولائی ۲۰۰۹ء میں شائع ہوا۔ مصنفہ نے دیپاچہ خود لکھا ہے۔ انھوں نے دیپاچہ میں بیان کیا ہے کہ اس داستان کا آغاز ۱۹۷۰ء سے ہوتا ہے۔ کل صفحات ۴۳۲ ہیں۔ جنگل کے پھول میں ایک عورت کی کہانی بیان کی گئی ہے جو ڈیرہ غازی خان کے پسماندہ ترین علاقہ چوٹی زیریں کے پاس علاقہ خان پور کی رہائشی تھی۔ ناول میں جاگیرداری نظام پر کڑی تنقید کی گئی ہے جو کہ ڈیرہ غازی خان کے جاگیردارانہ نظام کا ایک حصہ ہے جس کے گرد یہ ساری کہانی گھومتی ہے۔

ناول کا پلاٹ انتہائی عمدہ ہے جو قاری کو اپنی طرف متوجہ کرلیتا ہے قاری اس سے باہر نہیں نکل سکتا ہے اس ناول کو ۵۲ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے ہر باب ایک مختلف منظر سے شروع ہوتا ہے لیکن اس کا تسلسل دوسرے باب سے ضرور ہوتا ہے۔ کرداروں میں سب سے اہم کردار زرینہ کا ہے۔ جس کے گرد یہ ساری کہانی گھومتی ہے۔ زرینہ بر سٹر امتیاز علی، ایاز، فیکے، جنتاں، سکینہ، موسیٰ، عباس، مسز عباس، انو کردار شامل ہیں کئی دوسرے کردار جن میں فریدہ، نجمہ، روبینہ، فرخندہ آتے ہیں لیکن وقت کے ساتھ ساتھ غائب ہوجاتے ہیں زرینہ کو بیرسٹر کے بیٹے ایاز سے پیار ہوجاتا ہے لیکن وہ بھی اسے چھوڑ دیتا ہے زرینہ آخری وقت تک اس کے آنے کا انتظار کرتی ہے لیکن ایاز ملنے نہیں آتا۔ زرینہ کراچی کے رہائشی عابد سے شادی کرلیتی ہے اور عابد زرینہ کو بہت پیار کرتا ہے اس طرح کہانی اپنے انجام کو پہنچتی ہے۔

اس ناول میں سعیدہ افضل نے ڈیرہ غازی خان کے جاگیردار نظام کے خلاف جہاد بالسیف کیا۔ ناول میں بتایا ہے کہ جب ایک لڑکی پر کاری کا الزام لگ جاتا ہے تو اُس کے خاندان والوں کی عزت خاک میں مل جاتی ہے اور اُس لڑکی کی زندگی کیسے عذاب بن جاتی ہے اس لڑکی کو روپے پیسے کے لئے

فروخت کر دیا جاتا لیکن سعیدہ افضل نے اپنے ناول میں زرینہ کے کردار کو ایسے پیش کیا ہے کہ وہ تمام حالات کا سامنا ایک باہمت عورت کی طرح مقابلہ کرتی ہے۔ سعیدہ افصل نے ناول میں یہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ جب زرینہ پر الزام لگتا ہے تو اس کے بعد جس طرح عام معاشرے میں دیکھا جاتا ہے۔اس کے ساتھ فیکا جو ادھیڑ عمر کا آدمی ہے اپنے دل ہی دل میں زرینہ سے پیار اور شادی کی خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ناول میں امیر لوگوں کا جو رویہ ایک عام عورت یا نوکرانیکے ساتھ ہوتا ہے اُس کو بھی پیش کیا گیا ہے۔زرینہ ایاز سے پیار کرتی ہے لیکن امیر اور غریب کا جو فرق معاشرے میں ہے وہ آڑے آجاتا ہے۔اور دونوں علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

منظر نگاری کے حوالے سے بات کی جائے تو سعیدہ افضل کو منظر نگاری میں مکمل دسترس حاصل ہے وہ ہر چیز کا ایسے منظر میں پیش کرتی ہیں،وہ منظر قاری کے سامنے ہو۔

> ”بر سٹر صاحب بر آمد میں کرسی ڈالے اخبار دیکھ رہے تھے
> بیوی قریب ہی تخت پوش پر ظہر کی نماز پڑھ رہی تھی۔ راستہ
> ادھر کا بھی بند تھا زینے تک پہنچنے کے لیے بر آمدے سے
> ٹھٹھک گئی اور ٹوکری ایک طرف رکھ کے جھاڑن سے پنکھے کو
> صاف کرنے لگی جو بر سٹر صاحب کی پست کی طرف رکا ہوا تھا
> (1)“

کرداروں کے درمیاں جو مکالمہ نگاری سے وہ کمال کی ہے جیسے دونوں کردار آمنے سامنے ہوں ایسے محسوس ہوتا ہے سعیدہ افضل نے ہر کردار کو بہت خوبصورتی سے نبھایا ہے چاہے انو جو ایک چھوٹا سا بچہ ہے اس کے کردار کو بھی اہم بنایا گیا ہے۔اسلوب کے حوالے سے سعیدہ افضل کا اسلوب سادہ عام فہم ہے لیکن وہ لفظوں کو صحیح وقت اور صحیح جگہ استعمال کرنے کا وصف خوب جانتی ہیں پورے ناول میں قاری کو کہیں بوریت کا احساس نہیں ہوتا۔وہ طنزو مزاح کو بھی اپنے اسلوب میں استعمال کرتی ہیں
۔

اس ناول میں ہمارے معاشرے میں موجود پیر پرستی کو بھی دیکھا گیا، فیکہ کس طرح دربار پر جا کر چراغ روش کرتا ہے۔ ساتھ میں انو جو چھوٹا بچہ ہے لیکن وہ بھی اپنی بہن کے لئے دربار پہ جا کر منت مانتا ہے۔ اس طرح سعیدہ افضل نے ڈیرہ غازی خان کی معاشرتی حالات کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ ناول میں کہیں ایسے منظر پیش کئے ہیں جہاں قاری کی آنکھ نم ہو جاتی ہے لیکن ساتھ ہی امید کی کرن بھی دکھائی جاتی ہے۔

ناول میں ڈیرہ غازی خان کے معاشرے کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے عورت کی بے بسی کا اظہار کیا گیا ہے اسلوب کے نمونہ اقتباس دیکھئے:

> ”زرینہ کے ہونٹ لرز رہے تھے جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی اور کہہ نہ سکتی ہو یہ شاید اُس کی زندگی کا سب سے دشوار لمحہ تھا کہنے سننے کی بجائے اُس وقت وہ بہری اور گونگی ہونے کی تمنا کر رہی تھی، چاہتی تھی کہ کوئی آسمانی بلا آئے اور اُسے جھپٹ لے۔ بیشک اُٹھا کر کہیں سمندر میں پھینک دے۔ لیکن یہاں سے لے جائے صبح روبینہ کی آمد سے دل گھٹ گیا تھا اور اب فیکے کی صورت دیکھ کر رہی سہی جینے کی خواہش جاتی رہی تھی اگر وہ آج اماں بی کے پاس بیٹھ کر نہ رولی ہوتی یقیناً اس وقت ان سب کے سامنے رو دیتی“(2)

دلبر حسین مولائی اپنی کتاب ”وسیبی نثر نگار“ میں ڈاکٹر سعیدہ افضل کے ناول ”جنگل کا پھول“ کے بارے میں لکھتے ہیں

> ” خان پور نزد چوٹی زیریں ڈیرہ غازی خان میں ایکو اقعہ پیش آیا کہ زرینہ (جنتاں کی بیٹی) جو ایک مزارع کی بیٹی ہے وہ اپنے زمیدار کو پانی دینے جاتی ہے۔ جیسے وہ باپ کا درجہ دیتی

ہے مگر وہ بد نیتی سے ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔ اس غیر متوقع صورت

حال کو اس کا شوہر دیکھ کر اپنی بیوی کو کالا قرار دیتا ہے"(3)

یہ ناول اسلم ملغانی کے ناول کی نسبت اتنا اہم نہیں ہے جس طرح اسلم ملغانی کا ناول سیر دیہات قاری کو ایک ہی قسط میں پڑھنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

جھوٹے سچے لوگ:

"جھوٹے سچے لوگ" سعیدہ افضل کا دوسرا ناول ہے۔ناول کے کل صفحات ۲۳۸ ہیں۔ جسے مکتبہ عالیہ لاہور ۲۰۰۹ء میں شائع کیا۔ انتساب اپنی پیاری بہن، دوست تبسم عباس کے نام کیا "تعارف" فاطمہ فاروقی نے لکھا جو کہ مصنفہ کی بچپن کی سہیلی ہیں۔ناول کا" پیش لفظ" سلطانہ نے قلم بند کیا ۔ناول کے انتساب کے بعد اگلے ورق پر خلیل جبران کے محبت بھرے الفاظ درج ہیں ناول کے آغاز سے قبل یہ شعر درج ہے۔

ذوق نظر سے دم سے گوارا ہے رنج زیست

خود کو بھی دیکھتے ہیں تماشہ سمجھ کریں

سعیدہ افضل ناول جھوٹے سچے لوگ پلاٹ کے لحاظ سے عمدہ ناول ہے۔ جس سے کہانی کا ربط اور تسلسل ٹوٹنے نہیں پاتا۔ کہانی کے کردار حقیقی اور متحرک معلومات ہوتے ہیں مرکزی کردار نسرین کا ہے جو متوسط طبقہ کی لڑکی ہے اور عزیز نامی شخص سے پیار کرتی ہے عزیز اندرون سندھ کا وڈیرہ ہے اور کراچی میں کاروبار کرتا ہے گاؤں میں اس کی دو بیویاں اور ایک بیوی سے سات بچے بھی ہیں۔ لیکن دولت کے بل بوتے پر لڑکیوں کے دلوں میں جگہ بنالیتا ہے۔ دیگر کرداروں میں نسرین کی سہیلی عابدہ جو بعد میں اس کے خاوند حمید سے شادی کر لیتی ہے خالدہ نامی کردار ہے جو کہ ناول میں ایک دو جگہ ظاہر ہوتا ہے۔ نرس اور نسرین کا بھائی کمال ناول میں معاون کردار کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ حمید کی نوکرانی کا کردار بھی ایک وفادار نوکرانی کے طور پر واضح ہے جھوٹے سچے لوگ سعیدہ افضل کے ناولوں میں منتخب ناول ہے جس میں فکری پہلو ہیں ناول کے بیچ میں ناول نگار نے اپنے آبائی علاقے ڈیرہ غازی

خان کے تفریحی مقام فورٹ منرو کا تذکرہ کیا ہے جس سے واضح طور پر علاقائی محبت اور فکری مراجعت ہے۔

نسرین ناول کا مرکزی کردار ہے اور سارا ناول اسی کردار کے گرد گھومتا ہے نسرین کے خاوند حمید کا ایکسیڈنٹ ہوتا ہے جو گھر کا واحد کفیل ہے اس واقعے کے بعد حمید مہینوں بیکار پڑا رہتا ہے کیوں کہ ٹانگ ٹوٹ جانے کے بعد چل پھر نہیں سکتا گھر میں آمدنی نہ ہونے کی وجہ سے نسرین پریشان رہتی ہے اور اپنی سہیلی عابدہ کی کوشش سے ایک فرم میں نہ چاہتے ہوئے بھی کام کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے کیوں کہ یہ عزیز نامی شخص کی فرم ہے جو کہ اندرون سندھ کا رہائشی ہے اور کراچی میں کاروبار کرتا ہے عزیز نسرین کا یونیورسٹی فیلو بھی رہا۔ نسرین عزیز سے بے حد محبت کرتی تھی لیکن عزیز نسرین کو دھوکہ دیتا ہے نسرین سہارا ڈھونڈنے کے لیے حمید سے شادی کر لیتی ہے نسرین کے دو بچے شگفتہ اور شاہد وقتی طور پر نسرین کی زندگی میں خوشی لاتے ہیں لیکن شگفتہ کے فوت ہو جانے کے بعد نسرین ایک بار یوں غم میں ڈوب جاتی ہے۔ نسرین اپنے خاوند حمید اور بیٹے شاہد کو چھوڑ کر گھنٹوں اور کچھ عرصہ کے بعد راتوں تک عزیز کے ساتھ گھومتی پھرتی ہے عزیز اپنی دولت کے سہارے نسرین کو مجبوریوں کو بھانپتا ہے اور اسے آہستہ آہستہ پھر اپنے جال میں پھنسا لیتا ہے۔ نسرین یہ جاننے کے بعد بھی عزیز سے پیچھا نہیں چھوڑا سکتی کہ عزیز کی دو بیویاں ہیں عزیز کی محبت حمید اور بیٹے شاہد کے لیے اذیت بنتی جاتی ہے اور یوں ایک دن حمید نسرین کو طلاق دے کر کینیڈا روانہ ہو جاتے ہیں۔ ادھر نسرین شاہد کی واپسی کا سالوں انتظار کرتی ہے لیکن شاہد واپس نہیں آتا۔ شاہد کنیڈا میں اپنی سوتیلی والدہ سے پیار نہ ملنے کی وجہ سے بیمار پڑ جاتا ہے اور وہیں فوت ہو جاتا ہے۔ شاہد کی ماں نسرین ادھر کراچی میں اپنے گھر شاہد کے کھلونوں سے محبت کرتی ہے نسرین کی واحد اُمید شاہد کی شکل میں بھی دینا سے چلی جاتی ہے تو عزیز کے علاوہ اب نسرین کا کوئی بھی نہیں، مجبور ہو کر وہ عزیز کی باہوں میں چلی جاتی ہے۔

سعیدہ افضل کے ناول کا اسلوب سادہ ہے۔ انگریزی الفاظ کا کہیں کہیں کردار بر وقت استعمال ہے نسرین اور عزیز کے درمیان مکالمے انتہائی دلچسپ ہیں ناول کے جزئیات قاری کے ذہین میں ثبت ہو جاتے ہیں۔

" انسان اپنی ذات سے اس قدر محبت کرتا ہے کہ وہ جسے سب
سے زیادہ پیار ارکھتا ہے اس کے بارے میں بھی خود غرضی
سے سوچے بغیر نہیں رہ سکتا"(4)

ایک اور جگہ انگریزی محاورے کو خوب صورتی سے برتتی ہیں:

"یہ" مین پرپوز گاڈ سپوز" والی تھیوری بھی سولہ آنے ٹھیک نکلی۔اب آکر یہ ہی ٹوٹ جائیں تو اقبال کا شاہین خودی کے سہارے کہاں تک اڑے؟"

انگریزی الفاظ کے ساتھ ساتھ اُردو محاوروں کا بھی خوبصورت استعمال کیا:

"آج کل کوئی معقول یا نامعقول سروس تلاش کرنا بھی جوئے شیر لانے
سے کم نہیں"(5)

ناول میں منظر نگاری کی اس طرح عکاسی کی گئی ہے کہ گویا ناول نگار خود اپنی آپ بیتی لکھ رہی ہو:

" ڈبے میں خاموشی تھی ۔عورتیں ایک دوسرے کا شجرہ
نسب اور حال احوال پوچھنے کے بعد تھک چکی تھیں۔اور اب
بیزاری سے اونگھ رہی تھیں۔سامنے ایک حاملہ عورت ساری
نشست پر پھیلی پڑی تھی اس کا ابھرا ہوا پیٹ میلے کپڑے کا
بندھا ہوا گٹھڑ لگتا تھا ریل گاڑی کی چھک چھک کے ساتھ وہ
عجیب اندازے سے ہلکورے لے رہا تھا مسافر عورت اپنے بے
ہنگم وجود اور بدہیت پیٹ سے بے نیاز مزے سے سو رہی تھی
"۔(6)

اس ناول میں سعیدہ افضل نے معاشرتی عکاسی کرتے ہوئے، ایسا طرز اسلوب اپنایا ہے، جس میں چھوٹے چھوٹے پیروں میں اور مکالماتی انداز تحریر اپناتے ہوئے قاری کو معاشرے سے آگاہ کیا ہے۔

انجمن آراء:

سعیدہ افضل کا ناولٹ سہ ماہی سیپ ناولٹ نمبر میں شائع ہوا۔ اس کے کل تیرہ حصے ہیں۔ اس میں ایسے گھر کی کہانی ہے جو یورپ کے ملک میں آباد ہے اور گھر کا مالک انور ملک اپنی فیملی کو زیادہ وقت نہیں دے سکتا اس وجہ سے انور ملک کی بیوی اپنی بیٹیوں شبانہ، انجم رخسانہ اور انجمن آراء کو ساتھ لے کر اپنے وطن پاکستان میں آکر آباد ہو جاتے ہیں۔ جہاں انجمن آراء کو نوکری کی ضرورت پڑتی ہے لیکن وہ کسی شخص کے ساتھ بلاضرورت تعلق نہیں بنانا چاہتی کہ خودداری کو ٹھیس پہنچے لیکن ایسے معاشرے میں سفارش کے بغیر نوکری ملنا محال ہوتا ہے تو وہ سہارا ڈھونڈتی ہے ندیم کی صورت میں اسے ایک لڑکا مل جاتا ہے جو اس کے دکھ سکھ کا ساتھی بنتا ہے اور انجمن آراء کو مشورہ دیتا ہے کہ حالات کے ساتھ سمجھوتہ ضروری ہے لیکن وہ اس بات کو نہیں مانتی۔ دنیاوی ضروریات آخر کار انجمن آراء کو مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ حالات سے سمجھوتہ کر لیتی ہے امجد نامی لڑکے ساتھ کام کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ جس سے انجمن آراء نفرت کرتی تھی۔ انجمن آراء ایک متوسط گھرانے کی کہانی ہے جس میں انجمن آراء اپنے گھر کی کفالت کے لیے گھر کے باہر نکلتی ہے لیکن معاشرے میں کام کرنے کے لیے جو مسائل لڑکیوں کے ہوتے ہیں انجمن آراء کو بھی ان مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انجمن آراء کے کردار صرف انجمن آراء اور ندیم ہیں ناولٹ کا زیادہ حصہ انہی لوگوں کے گرد گھومتا ہے۔ یورپ میں انجمن ہمارے پیٹر اور سیٹ انگریز ہیں جن کے رویے کو انجمن آراء پیار کرتی تھی۔ اس کے علاوہ انجمن آراء کی بہنیں انجم، شبانہ اور رخسانہ ہیں اکرم اور ندیم دوست ہیں۔ امجد ایک فرم کا مالک ہے انجمن آراء کے والد انور ملک اور والدہ مسز انور ملک ہیں۔ اس ناولٹ میں معاشرے میں پائے جانے والے تضاد کو ظاہر کیا گیا اس اقتباس میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اسلوب عام اور رواں ہے نمونہ اقتباس:

"ڈریم لینڈ کی فیری کوئین اپنے بھائی سے باتوں میں مشغول تھی
اور انجمن آراء چپ بیٹھی اپنے آپ کو بے حد تنہا تنہا محسوس کر
رہی تھی بھائی بہن میں کافی دیر سے کسی دانشور کے قول کو صحیح اور
غلط کرنے کی کوشش میں لگے تھے۔ کبھی کبھی چبھتے ہوئے

فقرے پر اُس کا دل چاہتا کہ وہ اس گتھی کو سلجھانے میں ان کی مدد
کرے مگر باوجود چاہنے کہ بھی وہ بول نہیں پا رہی تھی اس لئے کہ
جب وہ بولنے لگتی اُسے شبانہ کا یہ فقرہ یاد آجاتا "بھیا کہتے ہیں مڈل
کلاس لڑکیاں عقل سے بالکل کوری ہوتی ہیں"۔(7)

یہ ناولٹ معاشرتی عکاس ہے کہ ہمارے معاشرے میں امیر غریب میں کیا فرق ہے۔ سعیدہ افضل کے ناول میں عورت کے مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ناول میں ڈیرہ غازی خان کے علاقائی مناظر کا عکس بھی دکھایا گیا ہے۔

References

1. Seedah Afzal , Jungal Ka Phool, Lahore: maktabh Alia , July 2009, page 217
2. Seedah Afzal , Jungal Ka Phool, page173
3. Dilbar Hussain Molai,Waseebi Nasair nigar, Multan: Jhook publication ,jan 2023, page no219
4. Seedah Afzal , Jhoote Suche log , Lahore: maktabh Alia , July 2009, page 17
5. Seedah Afzal , Jhoote Suche log, page 19
6. Seedah Afzal , Jhoote Suche log, page 187
7. Seedah Afzal , Anjum Aara ,journal Seep, sah mahi, Novelist Numner, Suhmara No. 10